(32)

ربوہ کے دوستوں کو چاہیے کہ وہ جلسہ سالانہ کے مہمانوں کے لیے اپنے زیادہ سے زیادہ مکانات پیش کریں

(فرمودہ 22 نومبر 1957ء بمقام ربوہ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"اب نومبر کی آخری تاریخیں چل رہی ہیں اور دسمبر میں اِنْشَاءَ اللّٰہُ تعالیٰ ہمارا جلسہ سالانہ ہوگا۔ جلسہ سالانہ میں مہمانوں کے کھانے پینے کا جو انتظام ہوتا ہے وہ تو بہرحال صدر انجمن احمدیہ کے افسروں کے سپرد ہے اور وہ ہمیشہ اسے سرانجام دیتے چلے آئے ہیں اور اب بھی اسے وہی سرانجام دیں گے لیکن مکانوں کی بہت دقّت پیش آئی ہے۔ لوگ عموماً اپنے مکانات میں اپنے رشتہ داروں کو جگہ دے دیتے ہیں اور اِس طرح دوسرے لوگوں کو مناسب جگہ نہ ملنے کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے۔ میں نے صدر انجمن احمدیہ سے کہا تھا کہ وہ جلسہ سالانہ کے لیے تین پختہ بیرکیں بنوا دے۔ لیکن اس نے ابھی تک یہ بیرکیں نہیں بنوائیں۔ اگر یہ بیرکیں بن جاتیں تو ایک حد تک دقّت دور ہو جاتی۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ اب ربوہ میں کافی مکانات بن گئے ہیں لیکن ابھی وہ اتنی تعداد میں نہیں بنے کہ جلسہ کے تمام مہمانوں کو سنبھال سکیں۔ بعض لوگ یہ غلطی کرتے ہیں کہ وہ پہلے سے ہی منتظمین کو

لکھنا شروع کر دیتے ہیں کہ ہمیں کوئی علیحدہ مکان دیا جائے ہم دوسرے لوگوں کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ اگر باہر سے آنے والے لوگ علیحدہ مکانات نہ مانگیں اور سب جلسہ سالانہ کے انتظام کے ماتحت ٹھہریں اور وہ مکانات جو عموماً الگ ٹھہرنے والوں کو دیئے جاتے ہیں وہ بھی ایک انتظام کے ماتحت عام مہمانوں کو دے دیئے جائیں تو میرے نزدیک ساری دقّت دور ہوسکتی ہے۔

پس میں دوستوں کو ہدایت کرتا ہوں کہ جن کے پاس دو کمرے ہوں وہ جلسہ سالانہ کے ایام میں ایک کمرہ میں سمٹ کر گزارہ کرلیں اور ایک کمرہ جلسہ سالانہ کے مہمانوں کے لیے دے دیں۔ اور جن کے پاس پانچ چھ کمرے ہوں وہ دو تین کمرے مہمانوں کو دے دیں اور باقی کمروں میں خود سمٹ جائیں۔ لیکن اِن مکانات کے علاوہ صدر انجمن احمدیہ کی اپنی عمارتیں بھی ہیں۔ مثلاً لجنہ اماء اللہ کا ہال ہے، اِسی طرح کالج، اسکول اور جامعہ احمدیہ کی عمارات ہیں۔ ان سے بھی جلسہ سالانہ کے ایام میں فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ لجنہ اماء اللہ کے ہال اور دفتر میں تو عورتیں ٹھہرتی ہیں لیکن کالج، ہائی اسکول اور جامعہ احمدیہ کی عمارتوں میں ہمیشہ مرد ٹھہرا کرتے ہیں۔ پھر اب تو انصار اللہ کا دفتر اور ہال بھی بن گیا ہے۔ ان ساری عمارتوں کو ملا کر دیکھا جائے تو مہمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کے قیام کا بخوبی انتظام ہوسکتا ہے۔

پچھلے سال ہمارے جلسہ سالانہ پر ساٹھ ہزار آدمی آئے تھے۔ اگر اس جلسہ پر بھی اِسی قدر لوگ آئیں تو بڑی آسانی سے ان کے قیام کا انتظام ہوسکتا ہے۔ بہرحال آپ سب لوگوں کا فرض ہے کہ مل کر کوشش کریں اور خود تکلیف اُٹھا کر بھی مہمانوں کے لیے جگہ نکالیں کیونکہ یہ گاڑی کسی انسان نے نہیں چلائی بلکہ خدا تعالیٰ نے چلائی ہے اور اس کے پہلے گاڑی بان اسی کے حکم کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مقرر ہوئے ہیں۔ اِس گاڑی کو چلانا اور منزلِ مقصود تک پہنچانا ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے۔ اگر ہم اِس فرض کو پورا کرنے سے گریز کرتے ہیں تو ہم احمدیت کو بدنام کرتے ہیں۔ ہمیں اِس غرض کے لیے کسی قسم کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ درحقیقت اصل قربانی تو باہر والے کرتے ہیں۔ وہ سردی کے موسم میں اپنا گھر بھی چھوڑتے ہیں، راستہ کے اخراجات بھی ادا کرتے ہیں، چندے بھی دیتے ہیں اور پھر یہاں آکر زمین پر سوتے ہیں۔ اگر وہ لوگ اِتنی قربانی کرتے ہیں تو ربوہ والوں کو بھی اپنی ذمہ داری سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ انہیں تو صرف

دو تین دن تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ لیکن باہر والے لوگ کئی کئی دن تک تکلیف اٹھاتے ہیں۔ پس اصل تکلیف اُنہی کی ہوتی ہے۔ ان کے مقابلہ میں ہماری ایک دو دن کی تکلیف کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ اگر ہم اپنے فرائض کو سمجھیں اور جو گاڑی خدا تعالیٰ نے چلائی ہے اس کو منزل مقصود تک پہنچا دیں تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہمیں حاصل ہوگی اور وہ ہمارے ساتھ وہی سلوک کرے گا جو ہمیشہ سے اپنے مقربین کے ساتھ کرتا چلا آیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول سنایا کرتے تھے کہ ایک بزرگ تھے اُن کی عادت تھی کہ وہ ضرورت مندوں کو دوسروں سے قرض لے کر دے دیا کرتے تھے اور جب وہ قرض واپس کرتے تو اصل روپیہ والوں کو پہنچا دیتے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ کسی نے اپنا روپیہ واپس مانگا لیکن اُن کے پاس روپیہ موجود نہیں تھا۔ انہوں نے اُس شخص کو اپنے پاس بٹھا لیا اور کہا تم بیٹھ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کوئی سامان پیدا کر دے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے ایک لڑکا گزرا جو حلوہ بیچ رہا تھا۔ اُس بزرگ نے لڑکے سے حلوہ خرید کر اُس شخص کو کھلانا چاہا جو روپیہ واپس لینے آیا تھا۔ اس نے کہا آپ اس غریب کو کیوں پھنساتے ہیں؟ میرا تو قرض واپس نہیں ہوا اور اس سے پھر اُدھار لے رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا میاں! جہاں سے خدا تعالیٰ تمہارے لیے روپیہ بھیجے گا وہاں سے اس حلوہ کی قیمت بھی دے دے گا۔ چنانچہ انہوں نے حلوہ خریدا اور اُسے کھلا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص آیا اور اُس نے ایک پڑیا اس بزرگ کو دی اور کہا کہ فلاں شخص نے اتنا روپیہ آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ اس بزرگ نے پُڑیا کھولی تو اس میں قرض واپس کرنے کے لیے تو روپیہ تھا لیکن حلوہ کی قیمت ادا کرنے کے لیے رقم نہیں تھی۔ اِس پر اُس بزرگ نے پیغامبر سے کہا میاں! میں نے آٹھ آنے حلوہ والے کے بھی دینے ہیں لیکن وہ اس میں نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ روپیہ میرا نہیں بلکہ کسی اَور کا ہے۔ اِس پر پیغامبر واپس گیا اور اُس نے اس بزرگ کا پیغام روپیہ بھیجنے والے کو دے دیا۔ اُس نے کہا اِس پُڑیا کے ساتھ ایک اٹھنّی بھی تھی جو میں نے تمہیں دی تھی وہ کہاں گئی؟ اُس نے اپنی جیب دیکھی تو اُسے اٹھنّی مل گئی جو اُس نے واپس آ کر اُس بزرگ کو پہنچا دی اور کہا کہ یہ اٹھنّی پُڑیا کے ساتھ ہی تھی لیکن غلطی سے میری جیب میں ہی رہ گئی تھی۔

پس انسان کا اصل سہارا تو خدا تعالیٰ ہی ہے اور وہی اپنے بندوں کی ضروریات کو

پورا کرتا ہے۔ لیکن کوشش اور جدوجہد کرنا ہمارا فرض ہے۔ تم دیکھ لو! حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جلسہ سالانہ پر آنے والے صرف چند آدمی ہوا کرتے تھے مگر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تم پر کتنا بڑا فضل کیا اور اس نے تمہاری تعداد کو کس قدر بڑھایا۔ اِس وقت جماعت کی تعداد پندرہ سولہ لاکھ کی ہے حالانکہ ایک زمانہ وہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے آخری سال کے جلسہ پر صرف سات سَو آدمی آیا تھا اور آپ اُن کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے تھے۔ مگر اِس وقت غالباً خطبہ میں ہی اُس سے زیادہ لوگ بیٹھے ہوں گے۔ آپ سیر کے لیے باہر تشریف لے گئے تو مہمان بھی آپ کے ساتھ چلے گئے۔ راستہ میں بھیڑ کی وجہ سے آپ کو ٹھوکر لگتی تو پاؤں سے جُوتی اُتر جاتی۔ لوگ آگے بڑھتے اور آپ کو جُوتی پہنا دیتے۔ جب بار بار جُوتی اُتری اور آپ کو دوبارہ پہننے کے لیے کھڑا ہونا پڑا تو آپ نے فرمایا اب واپس چلنا چاہیے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب ہماری سیر کا زمانہ ختم ہو گیا ہے۔ لیکن اب خدا تعالیٰ نے سات سَو کے مقابلہ میں تمہاری تعداد کو کس قدر بڑھا دیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے آخری جلسہ پر کوئی گیارہ بارہ سَو آدمی آئے تھے لیکن ہمارے پچھلے جلسہ پر ساٹھ ہزار آدمی آیا تھا جو حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے آخری جلسہ پر آنے والوں سے قریباً ساٹھ گُنا زیادہ تھا اور ہر سال جلسہ پر آنے والوں کی تعداد میں ترقی ہوتی چلی جاتی ہے۔ تمہیں اِس فضل کی قدر کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔1 اگر تم شکر کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر زیادہ سے زیادہ فضل نازل کرے گا۔

اِس وقت ہماری جماعت کی تعداد پندرہ سولہ لاکھ ہے لیکن ہمارا جی چاہتا ہے کہ یہ تعداد دو اڑھائی ارب تک پہنچ جائے اور کوئی جماعت اس کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے۔ یہ مقام ابھی بہت دور ہے اور اس کو نزدیک لانا خدا تعالیٰ کا کام ہے لیکن ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم اس کے لیے کوشش کریں۔ ہم نے یورپ میں بھی کوشش کی لیکن ابھی وہاں ہماری تعداد میں کوئی نمایاں زیادتی نہیں ہوئی۔ فلپائن میں خدا تعالیٰ نے خود جماعت بنائی ہے لیکن ابھی تک وہاں بھی دو اڑھائی سَو افراد ہی احمدیت میں داخل ہوئے ہیں۔ مغربی افریقہ میں بھی کوشش جاری ہے۔ گو اِس وقت وہاں جماعت کی ترقی کی وہ رفتار نہیں جو پہلے تھی مگر پھر بھی جماعت کافی زیادہ ہے۔ پہلے تو چند دنوں میں ہی جماعت کی تعداد

ایک لاکھ سے اوپر نکل گئی تھی اور پھر جن دنوں مولوی نذیر احمد علی صاحب وہاں کام کرتے تھے کئی لوگوں کو احمدیت کی سچائی کے متعلق خوابیں آئیں اور وہ احمدی ہو گئے اور بعض دفعہ تو گاؤں کے گاؤں احمدی ہوئے۔ لیکن اب وہاں جماعت کی ترقی کی رفتار میں کسی قدر کمی آ گئی ہے۔ مگر اِس میں ہمارے لیے کوئی گھبراہٹ کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو یہ کمی بھی پوری ہو جائے گی اور دوسرے ممالک میں بھی احمدیت کی تبلیغ کے لیے رستے کُھل جائیں گے۔ چنانچہ ڈچ گی آنا سے اطلاع آئی ہے کہ وہاں لوگ بڑی کثرت سے احمدیت کی طرف رغبت کر رہے ہیں۔ وہاں جماعت نے ایک چھوٹا سا اسکول بھی کھولا ہے جس میں لڑکے بڑی تعداد میں داخل ہو رہے ہیں۔ انڈونیشیا میں بھی ترقی کے امکانات ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ چاہے گا تو سب کچھ ہو جائے گا اور جماعت کی تعداد بڑھتی چلی جائے گی۔ ہمیں صرف خدا تعالیٰ پر توکل کرنا چاہیے اور اپنی قربانیوں کو بڑھاتے چلے جانا چاہیے تاکہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ والی بات پوری ہو جائے"۔

(الفضل 27 نومبر 1957ء)

1: ابراھیم: 8